پیغامِ سیرت

راست گوئی اور کذب بیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد

راست گوئی:

انسان کے ہر قول وفعل میں زبان اور دل کے ہم آہنگ ہونے کو صدق اور راست گوئی کہتے ہیں، اسی لئے سچائی اور راست گوئی تمام اخلاقی خوبیوں کا سرچشمہ ہے، انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی کی عمارت حق وصداقت کی بنیاد پر تعمیر کرے، سچائی اور راست گوئی کو اپنی زندگی کا شعار بنائے، صحیح اور حق بات کو اپنے قول وعمل میں جگہ دے، جو شخص اپنے قول وعمل میں سچا نہ ہو، اس کے دل میں ہر قسم کی برائی آسکتی ہے، اس لئے کہ جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے، اس کے برعکس راست گوئی انسان کو بہت سی برائیوں سے بچاتی ہے مثلاً بدعہدی، ریاکاری، جھوٹ، نفاق، بدکرداری، بدگوئی، فحش کلامی، خیانت اور خوشامد وغیرہ، جس طرح دن اور رات، روشنی اور تاریکی، علم اور جہل، بینائی اور نابینائی، حرارت اور برودت وغیرہ ایک دوسرے کی ضد ہیں اسی طرح سچ اور جھوٹ بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں، دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے،

صدق اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک اہم صفت ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝ (۱)

اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہوسکتی ہے؟

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝ (۲)

اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات کا سچا ہوسکتا ہے؟

وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (۳)

(۱) القرآن، سورۂ نساء، آیت ۸۷، (۲) القرآن، سورۂ نساء، آیت ۱۲۲، (۳) سورۃ الانعام، آیت ۱۴۶

اور بیشک ہم ہی سچے ہیں

اللہ تعالیٰ کے بعد انبیائے کرام علیہم السلام تمام مخلوق میں سب سے افضل و اشرف ہیں، اس لئے وہ صدق وسچائی جیسی عظیم صفت سے خاص طور پر مزین ہوتے ہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ز اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا O (۴)

اور اس کتاب میں آپ ادریس کا بھی ذکر کیجئے بے شک وہ بڑے سچے (اور) نبی تھے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ط اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا O (۵)

اور اس کتاب میں آپ ابراہیم کا بھی ذکر کیجئے، یقیناً وہ نہایت سچے نبی تھے۔

جو لوگ صدق اور راست گوئی جیسی عظیم صفت سے متصف ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اجر عظیم اور مغفرت کے وعدے فرمائے ہیں۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کو ان کی راست بازی کے صلے میں ایسے باغات عطا فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی۔ وہ ان باغوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ط لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O (۶)

(قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچے لوگوں کو ان کا سچ ہی نفع دے گا، ان کے لئے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جب وہ تمہارے اندر موجود ہوں، تو پھر دنیا میں کچھ بھی حاصل نہ ہو تو یہ تمہارے لئے کافی ہیں وہ چار خصلتیں یہ ہیں، ۱۔ امانت کی حفاظت، ۲۔ سچ بولنا، ۳۔ حسن خلق، ۴۔ کھانے میں حلال کا اہتمام۔ (۷)

سچائی کی اہمیت کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سچائی اختیار کرنے کے لئے

(۴)، سورۂ مریم، آیت، ۵۶، (۵) سورۂ مریم، آیت، ۴۱، (۶)، سورۂ مائدہ، آیت ۱۱۹، (۷) مفتی محمد شفیع / معارف القرآن / ادارۃ المعارف کراچی، ۱۹۷۶ء / ج ۱ / ص ۴۶۲،

تاکیدی حکم کے ساتھ ساتھ سچے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی بھی تاکید فرمائی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَO (۸)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایمان کے بعد تقویٰ و پرہیزگاری اور سچے لوگوں کی صحبت ضروری ہے جس طرح علم حاصل کرنے کے لئے کتاب کا مطالعہ کافی نہیں بلکہ کسی عالم کی صحبت میں رہ کر علم حاصل کرنا ضروری ہے اسی طرح اعمال وافعال میں اخلاص و پرہیزگاری کے لئے کسی سچے اور پرہیزگار کی صحبت ضروری ہے۔

قرآن حکیم نے جن لوگوں سے مغفرت اور اجرعظیم کے وعدے کئے ہیں ان کی صفات میں سے ایک صفت صدق وسچائی بھی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ
وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ
وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ
وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَھُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ
کَثِیْراً وَّ الذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا (۹)

بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں، اور مومن مردوں اور مومن عورتوں، اور فرماں بردار مردوں اور فرماں بردار عورتوں، اور سچ بولنے والے مردوں اور سچ بولنے والی عورتوں، اور صبر کرنے والے مردوں اور صبر کرنے والی عورتوں، اور خشوع کرنے والے مردوں اور خشوع کرنے والی عورتوں، اور صدقہ کرنے والے مردوں اور صدقہ کرنے والی عورتوں، اور روزے دار مردوں اور روزے دار عورتوں، اور پاک دامن مردوں اور پاک دامن عورتوں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مردوں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والی عورتوں کے لئے اللہ نے بخشش اور اجرعظیم تیار کر رکھا ہے۔

صدق کے معنی میں بہت وسعت ہے اور اقوال واعمال دونوں کی سچائی اس میں داخل ہے،

---

(۸)، القرآن، سورۂ توبہ، آیت، ۱۱۹، (۹) القرآن، سورۂ احزاب، آیت، ۳۵

مثلاً آدمی جب زبان سے کوئی بات کہے تو سچ کہے۔ کسی سے کوئی وعدہ یا قول وقرار کرے تو اس کو ہر حال میں پورا کرے، یہ دونوں باتیں ایمان کی بڑی نشانیاں ہیں۔

صفوان بن سلیمؓ سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، پھر پوچھا گیا کہ مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، پھر پوچھا گیا کہ مومن جھوٹا ہوسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں (۱۰)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ سچ بولنا نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور بیشک نیکی جنت میں لے جاتی ہے اور آدمی سچ بولتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور بیشک جھوٹ بدکاری کا راستہ دکھاتا ہے اور بیشک بدکاری دوزخ کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتا جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں اس کو جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔ (۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جنت میں لے جانے والا عمل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا سچ بولنا، جب بندہ سچ بولتا ہے تو وہ نیکی کا کام کرتا ہے اور جو نیکی کا کام کرتا ہے وہ ایمان سے بھرپور ہوتا ہے اور جو ایمان سے بھرپور ہوا وہ جنت میں داخل ہوا۔ اس نے پھر پوچھا کہ دوزخ میں لے جانے والا عمل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جھوٹ بولنا، جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو گناہ کرتا ہے اور جب گناہ کرتا ہے تو کفر کرتا ہے اور جو کفر کرتا ہے وہ دوزخ میں داخل ہوتا ہے۔ (۱۲)

اگر آدمی اپنی باتوں میں سچا اور راست باز ہے تو اس کے اعمال میں سچائی اور خلوص اور احوال میں فلاح وصلاح لازماً پیدا ہوگی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِيْدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (۱۳)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سیدھی بات کہو تاکہ وہ تمہارے اعمال

(۱۰) امام مالک/ المؤطا/ کتاب الکلام، باب ماجاء فی الصدق والکذب، حدیث رقم ۱۹ (۱۱) ترمذی، الجامع السنن، ج ۳، ص ۳۹۱، رقم ۱۹۷۸! (۱۲) امام احمد، المسند، ج ۲، ص ۳۶۸، رقم ۶۶۰۳، (۱۳) القرآن، سورۂ احزاب، آیت ۷۰، ۷۱

کی اصلاح کر دے اور تمہارے گناہ معاف کر دے اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو وہ بڑی کامیابی کو پہنچا۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کے لئے تا قیام قیامت مبعوث فرما کر آپ پر دین کی تکمیل اور سلسلۂ نبوت کو ختم فرمادیا، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ O (۱۴)

اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بشیر (خوشخبری سنانے والا) اور نذیر (خبردار کرنے والا) بنا کر بھیجا ہے لیکن بہت سے لوگ یہ نہیں جانتے۔

دوسری جگہ فرمایا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (۱۵)

آج کے دن میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

ہر نبی اور رسول کا دین اس کے زمانے کے اعتبار سے کامل و مکمل تھا مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ جو دین ایک نبی کے زمانے اور اس کی قوم کے لئے مکمل ہے وہ اس کے بعد کے زمانوں اور قوموں کے لئے مکمل نہ ہوگا، لہذا بعد والوں کے لئے اس دین کو منسوخ کر کے دوسرا دین و شریعت نافذ کی جائیگی اس کے برعکس آپ آخری نبی ہیں، آپ پر نبوت و رسالت ختم ہوگئی، اب قیامت قائم ہونے تک نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی نئی شریعت، شریعت محمدی ہی قیامت تک نافذ العمل رہے گی۔ لہذا یہ شریعت ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہے، یہ ہر قوم، ہر ملک، ہر خطے اور ہر زمانے کے لئے ہے اس میں دین حق کے تمام حدود و فرائض اور آداب و احکام مکمل کر دیئے گئے، اب اس میں نہ کسی اضافے کی ضرورت باقی ہے اور نہ کمی کا احتمال۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بارے میں فرمایا:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (۱۶)

البتہ تمہارے لئے آپ کی ذات اقدس میں عمدہ نمونۂ عمل موجود ہے

(۱۴) القرآن، سورۂ سبا، آیت، ۲۸ (۱۵) القرآن، سورۂ مائدہ، آیت ۳، (۱۶) القرآن، سورۂ احزاب، آیت، ۲۱

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہر انسان کے لئے مشعل راہ ہے خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم، غریب ہو یا امیر، قاضی ہو یا جج، مجاہد ہو یا سپہ سالار، عابد ہو یا زاہد، امام ہو یا پیشوا، عالم ہو یا جاہل، تاجر ہو یا عام آدمی، استاد ہو یا شاگرد، مزدور ہو یا مالک، خاوند ہو یا باپ، غرض ہر ایک کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں کامل نمونۂ عمل اور مکمل ہدایت وراہنمائی موجود ہے، اس کے علاوہ انفرادی طور پر بھی انسان کو اپنے مختلف افعال و اعمال مثلاً چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، پڑھنے پڑھانے، سیکھنے سکھانے، مرنے جینے، کھانے پینے، لین دین، تجارت وغیرہ امور وحالتوں میں عملی نمونوں اور راہنمائی کی ضرورت پڑتی ہے، یہ تمام نمونے اور ہر قسم کی راہنمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں بکمال وتمام ملتی ہے، یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا، چنانچہ ارشاد ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ○ (۱۷)

جس نے آپ کی اطاعت کی تو گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی

یہ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کہتے اور کرتے ہیں اس میں ذاتی پسند و ناپسند اور خواہش نفس کا ادنیٰ شائبہ تک نہیں ہوتا بلکہ آپ کا ہر قول وفعل اللہ تعالیٰ کی وحی کے تابع ہوتا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى○ (۱۸)

اور وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتے بلکہ وہ وہی کہتے ہیں جو ان پر وحی کیا جاتا ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت اور بخشش کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط (۱۹)

اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ آپ نے پیغمبر کی حیثیت

(۱۷) سورۂ نساء، آیت ۸۰۔ (۱۸) سورۃ النجم، آیت ۳، ۴ (۱۹) سورۂ آل عمران، آیت ۳۱۔

سے اپنی اتباع کرنے والوں کو جس کام کے کرنے کا حکم دیا سب سے پہلے آپ نے خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔قرآن کریم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو آپ کی نبوت اور قرآن کی صداقت کے لئے دلیل کے طور پر پیش کیا ہے،جیسا کہ ارشاد ہے:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ O (۲۰)

پس میں اس سے پہلے ایک عمر تمہارے درمیان گزار چکا ہوں،کیا تمہیں عقل نہیں

مطلب یہ ہے کہ نبوت و رسالت کے اس دعوے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ساتھ چالیس سال گزارے ہیں اور تم نے ان کی راست گوئی اور امانت و دیانت کو دیکھ کر ان کو صادق و امین جیسے القاب دیئے۔کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں اور تم یہ بھی نہیں سمجھ سکتے کہ جو شخص صادق و امین ہو، جو تمہارے معاملات میں جھوٹ نہیں بولتا وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہے۔اور جو شخص تمہارے ساتھ خیانت نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیسے خیانت کرسکتا ہے۔مگر افسوس تم عقل استعمال نہیں کرتے۔

آپ کی صداقت و دیانت ایسی مسلم تھیں کہ مشرکین و منکرین کو اپنی امانتیں سپرد کرنے کے لئے آپ کے سوا کوئی دوسرا موزوں شخص نظر نہیں آتا تھا اور آپ کا گھر حقیقت میں ایک دارالامانت بنا ہوا تھا۔ان ہی امانتوں کی بنا پر ہجرت مدینہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امانتیں ان کے مالکوں تک پہنچانے کے لئے مکہ مکرمہ میں چھوڑا،حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین دن میں امانتیں ان کے وارثوں کو پہنچائیں۔(۲۱)

راست گوئی اور سچائی ایسی عظیم صفات ہیں جنکی اہمیت ہر مذہب اور ہر دور میں یکساں طور پر تسلیم کی گئی ہے۔اس کے بغیر انسان کے اخلاق کا بیان مکمل نہیں ہوسکتا۔اسی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر اس جانب توجہ دلائی، سچ بولنے کی تعلیم دی اور کذب بیانی سے منع فرمایا۔خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راست گوئی کے دوست دشمن سب معترف تھے۔لوگ آپ کو صادق کہتے تھے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تو کفار و مشرکین نے آپ کو شاعر، ساحر، کاہن اور مجنون سب کچھ کہا مگر کاذب اور دروغ گو کسی نے نہیں کہا۔ابوجہل جیسا کٹر مخالف بھی کہا کرتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کو جھوٹا نہیں کہتا،البتہ جو کچھ آپ کہتے ہیں، میں اس کو صحیح نہیں سمجھتا۔

(۲۰) سورۂ یونس، آیت، ۱۶، (۲۱) ابن کثیر، السیرۃ النبویہ/ داراحیاء التراث العربی، بیروت/ ج ۲/ص ۲۳۴،

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوجہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا بلا شبہ ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن جو کچھ آپ لائے ہیں ہم اس کی تکذیب کرتے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَیَحْزُنُکَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ (الف/۲۱)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم جانتے ہیں کہ آپ کو ان باتوں سے رنج ہوتا ہے،
سو وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ (۲۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آیت **و انذر عشیر تک الاقربین** نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور صفا پہاڑ پر چڑھ کر قریش کو پکارا۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر آرہا ہے تو تم یقین کرو گے، سب نے کہا ہاں کیونکہ ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ (۲۳)

قیصر کے دربار میں جب ابوسفیان سے پوچھا گیا کہ تمہارے ہاں جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، تم نے اس کے اس دعوے سے پہلے کبھی اس کو دروغ گو پایا تو ابوسفیان نے اس کا جواب نفی میں دیا (۲۴)

ایک روز قریش کے مجمع میں جہاں قریش کے بڑے بڑے سردار موجود تھے نضر بن حارث نے جس کا شمار قریش کے جہاں دیدہ افراد میں ہوتا تھا، یہ کہا کہ اے قریش تم پر جو یہ تازہ مصیبت آئی ہے اس کا تم اب تک کوئی حل نہیں نکال سکے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہارے سامنے اپنی جوانی گزار دی ہے۔ وہ تم سب سے زیادہ پسندیدہ، بات کا سچا اور امین تھا۔ اب جبکہ وہ ایک عمر گزار چکا ہے اور بڑھاپے میں قدم رکھ رہا ہے اور اس نے تمہارے سامنے چند باتیں پیش کیں تو تم اسے ساحر کہتے ہو حالانکہ خدا کی قسم وہ ساحر نہیں ہیں۔ ہم نے سحر خوب دیکھا ہے یا پھر تم کاہن کہتے ہو حالانکہ بخدا وہ کاہن بھی نہیں ہیں۔ ہم کہانت سے بھی بخوبی واقف ہیں۔ پھر تم انہیں شاعر کہتے ہو حالانکہ واللہ وہ شاعر بھی نہیں ہیں کیونکہ ہم شعر اور اس کی اصناف سے بھی مکمل طور پر آگاہ ہیں یا پھر تم انہیں مجنون کہتے ہو حالانکہ خدا کی قسم وہ مجنون بھی نہیں ہیں کیونکہ ہم نے جنون کو بھی دیکھا ہے۔ اے قریش تم اپنے معاملات پر غور کرو کیونکہ اللہ نے تم پر

(الف/۲۱) سورۂ انعام، آیت ۳۳ (۲۲) ترمذی، ج ۵، ص ۴۵، رقم ۳۰۷۵، ☆ حاکم/ المستدرک، ج ۲، ص ۳۴۵
(۲۳) بخاری، الصحیح، کتاب التفسیر، تفسیر سورۂ لہب (۲۴) ایضاً، باب بدء الوحی

ایک امر عظیم (کوئی بڑا معاملہ) نازل کیا ہے۔(۲۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچائی اور راست گفتاری کا اس قدر خیال اور اہتمام تھا کہ آپ نے کبھی مذاق میں بھی کوئی خلاف واقع بات نہیں کہی اور نہ کوئی ایسا کلمہ کہا جسے غلط بیانی کہا جا سکے۔ آپ نے خود فرمایا کہ میں مزاح کرتا ہوں لیکن بات صرف حق کہتا ہوں (۲۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سچ بول کر مذاق کرنے والے شخص سے اس کے مزاح کے بارے میں مواخذہ نہیں فرمائے گا۔(۲۷)

کذب بیانی:

انسان کے اخلاق رذیلہ میں سب سے زیادہ برا اور ناپسندیدہ عمل جھوٹ بولنا ہے خواہ یہ جھوٹ زبان سے بولا جائے یا عمل سے ظاہر کیا جائے۔ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے خواہ وہ قول سے متعلق ہوں یا عمل سے۔ جو شخص جھوٹا ہوتا ہے اس کے دل سے ہدایت کی روشنی گل ہو جاتی ہے، اس کی ساکھ خراب ہو جاتی اور اعتبار اٹھ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ O (۲۸)

بلاشبہ اللہ اس کو راستہ نہیں دکھاتا جو جھوٹا اور ناشکرا ہو۔

اِنَّ اللّٰہَ لَایَھْدِیْ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ O (۲۹)

یقیناً اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھ جانے والا، بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔

سورۂ بقرہ میں ہے:

وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِھَآ اِلَی الْحُکَّامِ لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَO (۳۰)

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ اور ان (اموال) کو حاکموں تک (رشوت کے طور پر) نہ پہنچاؤ تا کہ تم لوگوں کے مال کا کچھ حصہ

(۲۵) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ۳۸ (۲۶) احمد، ج ۳، ص ۱۰ ☆ ترمذی، ج ۳، ص ۳۹۹، رقم ۱۹۹۷
(۲۷) محمد بن یوسف الصالحی الشامی، سبل الھدی والرشاد، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۹۳ء/ ج ۷، ص ۱۱۱ (۲۸) سورۂ زمر، ۳ (۲۹) سورۂ مومن، ۲۸ (۳۰) بقرہ، ۱۸۸

جان بوجھ کر ناجائز طور پر کھاؤ۔

باطل طریقے سے مال کھانا یہ ہے کہ کسی شخص کے مال پر جھوٹا دعویٰ کرنا، جھوٹی گواہی دینا، کسی کی حق بات کا انکار کر کے اس پر قسم کھالینا، کسی کا مال غصب کر لینا، لوٹ لینا، چرالینا، خیانت کر لینا، جوئے سے کسی کا مال لینا، سود، رشوت، بیوع فاسدہ، معاملات فاسدہ، گانے کی اجرت اور کاہن کو کچھ دینا وغیرہ سب امور باطل میں داخل ہیں۔

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے اور بعض دوسرے لوگوں کے درمیان (کسی زمین کا) جھگڑا تھا۔ انہوں نے اس کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا تو انہوں نے فرمایا، ابوسلمہ زمین کے معاملے میں احتیاط سے کام لو، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر کسی شخص کی ایک بالشت زمین بھی کسی دوسرے شخص نے ظلماً لے لی تو اس کی گردن میں سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ (۳۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی کی کوئی چیز چھین لی اور لوٹ لی وہ ہم میں سے نہیں (۳۱/ا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جس کے ذمے کچھ مال ہو اور اس پر گواہ نہ ہو اور وہ اس مال کا انکار کر بیٹھے۔ اور جب یہ جھگڑا حاکم کے پاس پہنچے تو وہاں جھوٹی قسم کھالے۔ (۳۱/ب)

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں اور تم فیصلے کے لئے میرے پاس اپنے مقدمات لاتے ہو۔ اس میں یہ بات ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی دلیل بیان کرنے میں زیادہ فصیح اور چرب زبان ہو اور میں اس سے مطمئن ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں (حالانکہ میرا فیصلہ درحقیقت واقعے کے خلاف ہو) اگر واقعی وہ اس کا حق نہیں ہے تو اس کو لینا نہیں چاہئے کیونکہ اس صورت میں جو کچھ میں اس کو دوں گا وہ جہنم کا ایک قطعہ ہوگا (۳۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد میں واضح فرمادیا کہ اگر امام یا قاضی کسی مغالطے کی وجہ سے کوئی فیصلہ کر دے جس میں ایک کا حق دوسرے کو ناجائز طور پر مل رہا ہو تو اس عدالتی فیصلے کی وجہ سے وہ اس کے لئے حلال نہیں ہو جاتا اور جس کے لئے حلال ہے اس کے لئے حرام نہیں ہو جاتا۔ اگر کوئی شخص

---

(۳۱) بخاری باب اثم من ظلم شیئا من الارض (۳۱/ا) ابوداؤد ۱۲۷/۴، رقم ۴۳۹۱ ☆ نسائی کتاب السارق باب مالا قطع فیہ، مصنف عبدالرزاق ۲۰۶/۱۰، رقم ۱۸۸۴۵ (۳۱/ب) قاضی ثناء اللہ عثمانی پانی پتی، تفسیر مظہری، مجلس اشاعت العلوم، حیدرآباد، دکن، ج ا، ص ۲۰۹ (۳۲) مسلم، الصحیح، دارالکتب العلمیہ بیروت ۹۸ء، ج ۳، ص ۱۴۶، رقم ۵ (۱۷۱۳)

دھوکہ یا فریب یا جھوٹی شہادت یا جھوٹی قسم کے ذریعے کسی کا مال یا حق بذریعہ عدالت لے لے تو اس کا وبال اسکی گردن پر رہے گا۔ اس کو چاہئے کہ آخرت کے حساب و کتاب اور علیم و خبیر کی عدالت میں پیشی کا خیال کر کے اس کو چھوڑ دے۔ (۳۳)

بدعہدی اور قسم توڑنے والوں کے لئے قرآن کریم میں بہت سخت وعید آئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَکِّیْهِمْ ص وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (۳۴)

بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے میں تھوڑا سا مال حاصل کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور نہ اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھے گا اور نہ (ان کو گناہوں سے) پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بدعہدی اور قسم توڑنے والوں اور تھوڑے سے دنیاوی فائدے کے لئے امانت میں خیانت کرنے والوں کے لئے پانچ وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ آخرت کی نعمتوں میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔

۲۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سے بات تک نہیں کرے گا۔

۳۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کی طرف رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف نہیں کرے گا کیونکہ عہد کو پورا نہ کرنے سے بندے کی حق تلفی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بندے کے حق کو معاف نہیں فرماتا جب تک کہ وہ بندہ جس کی حق تلفی ہوئی ہو خود معاف نہ کر دے۔

۵۔ قیامت کے روز ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ (۳۵)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارا، اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے دوزخ لازم کر دی اور جنت اس پر حرام کر دی۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگرچہ تھوڑی سی چیز ہو۔ آپ نے

(۳۳) معارف القرآن، ج ۱، ص ۴۶۱، (۳۴) سورۂ آلِ عمران، ۷۷ (۳۵) معارف القرآن، ج ۲، ص ۹۴، ۹۵،

فرمایا اگرچہ پیلو کے درخت کی ایک ٹہنی ہو۔ (۳۶)

جھوٹ اتنی بڑی برائی ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے شیطان، کافروں، اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ ساتھ جھوٹ پر بھی لعنت فرمائی ہے۔

لعنت کے معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور محرومی کے ہیں۔ قرآن کریم میں یہ لفظ شیطان کے لئے استعمال ہوا ہے۔

وَاِنَّ عَلَیۡکَ اللَّعۡنَةَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ O (۳۷)

اور بیشک تجھ پر فیصلے کے دن (قیامت) تک لعنت ہے۔

وَاِنَّ عَلَیۡکَ لَعۡنَتِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ O (۳۸)

اور بیشک تجھ پر فیصلے کے دن (قیامت) تک میری لعنت ہے۔

پھر کافروں اور یہودیوں وغیرہ کے لئے بھی آیا ہے:

فَلَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ O (۳۹)

سو کافروں پر اللہ کی لعنت ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الۡکٰفِرِیۡنَ وَاَعَدَّ لَهُمۡ سَعِیۡرًا (۴۰)

بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت کردی ہے۔ اور ان کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔

وَقَالَتِ الۡیَهُوۡدُ یَدُ اللّٰهِ مَغۡلُوۡلَةٌ ؕ غُلَّتۡ اَیۡدِیۡهِمۡ وَلُعِنُوۡا بِمَا قَالُوۡا ۘ (۴۱)

اور یہودیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تنگ ہے۔ انہی (یہودیوں) کے ہاتھ تنگ ہو جائیں اور لعنت ہو ان کو اس کہنے پر۔

مگر کسی مومن کو اس کے کسی فعل پر لعنت سے یاد نہیں کیا گیا سوائے جھوٹ بولنے کے، چنانچہ مباہلے کے موقع پر فرمایا کہ دونوں فریق اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ ان میں سے جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو

ثُمَّ نَبۡتَهِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ O (۴۲)

پھر دعا کریں پھر جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

وَالۡخَامِسَةُ اَنَّ لَعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَیۡهِ اِنۡ کَانَ مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ O (۴۳)

---

(۳۶) مسلم، الصحیح، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۹۸ء، ج ۱/ص ۱۱۵، رقم ۲۱۸ (۱۳۷) (۳۷) سورۂ حجر، ۳۵ (۳۸) سورۂ صٓ، ۷۸ (۳۹) سورۂ بقرہ ۸۹ (۴۰) سورۂ احزاب، ۶۴ (۴۱) سورۂ مائدہ، ۶۴ (۴۲) سورۂ آلِ عمران ۶۱ (۴۳) سورۂ النور، ۷

اور پانچویں بار وہ یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو۔

اس آیت میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ اگر شوہر بیوی پر بدکاری کا الزام لگائے اور اس کے پاس اپنی ذات کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہو تو لعان کی صورت میں اس کو چار دفعہ اپنی سچائی کی قسم کھانے کے بعد پانچویں دفعہ یہ کہنا پڑے گا کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو۔

پس جو شخص جھوٹ کا مرتکب ہوتا ہے وہ کافروں اور یہود کی طرح لعنت اور بددعا کا مستحق ہوتا ہے،

جھوٹ ایک ایسی برائی ہے جو جھوٹ بولنے والے کے اندر فساد پیدا کرتی ہے، پھر وہ جھوٹ کی طرف مائل رہتا ہے اور اس کے نتیجے میں دیگر برائیوں میں مبتلا بلکہ لت پت ہوتا چلا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص میں چار عادتیں ہوں وہ خالص منافق ہے، اور جس میں ان چار میں سے ایک عادت ہو تو وہ (بھی) نفاق ہی ہے جب تک وہ اسے چھوڑ نہ دے۔ (وہ علامات یہ ہیں) ،۱۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے،۲۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے،۳۔ جب کسی سے عہد کرے تو اسے دھوکہ دے،۴۔ جب کسی سے لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔ (۴۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں، ۱۔ جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے،۲۔ جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے،۳، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ اگرچہ وہ نمازی اور روزہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ (۴۵)

ان روایتوں سے ظاہر ہے کہ سچائی سے ایمان میں اضافہ اور پختگی آتی ہے اور دل میں نیکی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور جھوٹ سے ایمان کمزور ہوتا ہے اور اور نفاق بڑھتا ہے اور دل میں برائی کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کی بدبو سے میلوں دور بھاگ جاتا ہے۔ (۴۶)

---

(۴۴) بخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق (۴۵) ایضاً (۴۶) ترمذی، ج ۳، ص ۳۹۲، رقم ۱۹۷۹

جھوٹ کی مروجہ قسمیں

لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کے تمام مواقع اور ان کے انجام بد سے آگاہ فرمایا ہے یہاں تک کہ مزاح وتفریحِ طبع کے لئے بھی جھوٹی باتیں کہنے کی ممانعت فرما دی ہے۔ جو شخص دوسروں کو ہنسانے اور محض اہل مجلس کی تفریح کے لئے جھوٹ بولے، لطیفہ گوئی کرے وہ بھی جھوٹ ہی ہے، اگرچہ اس سے کسی کو نقصان نہیں پہنچتا۔

بہز بن حکیم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرابی ہے اس کے لئے جو محض لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹی باتیں کرتا ہو۔ ایسے شخص کے لئے بربادی ہی بربادی ہے۔ (۴۷)

ایک حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس شخص کے لئے جنت کے وسط میں ایک گھر کی ضمانت لیتا ہوں جس نے جھوٹ کو چھوڑ دیا ہے اگرچہ اسے مزاح کی ضرورت پڑی ہو (۴۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مومن بندے کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مزاح یا مناظرے میں بھی جھوٹ بولنا نہ چھوڑ دے اگرچہ دوسرے تمام معاملات میں سچ بولتا ہو۔ (۴۹)

آپ ﷺ کا مزاح:

اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا اسوۂ مبارکہ بھی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مزاح اور مزاق فرماتے تھے، لیکن آپ کے مزاح میں جھوٹ یا کذب بیانی کا شائبہ تک نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ آپ مزاح کے موقع پر فرماتے ہوئے بھی سچ اور حق کو سامنے رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کے اس طرز عمل کی بہت سی مثالیں سیرت طیبہ میں موجود ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے کوئی سواری کا جانور عطا فرما دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں ایک اونٹنی کا بچہ دوں گا، سائل نے عرض کیا کہ میں بچے کا کیا کروں گا؟ آپ نے فرمایا کہ ہر ایک اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ (۵۰)

---

(۴۷) ابوداؤد، السنن، ج ۴، ص ۳۲۵، رقم ۴۹۹۰ ☆ ترمذی، ج ۴، ص ۱۴۲، رقم ۲۳۲۲ (۴۸) رواہ البیہقی (۴۹) احمد، المسند، (۵۰) ترمذی، ج ۳، ص ۳۹۹، رقم ۱۹۹۹

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مزاحاً یا ذالاذنین (اے دوکان والے) فرمایا۔(۱/۵۰)

ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرما دے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بوڑھی عورت جنت میں داخل نہیں ہوسکتی۔ (یہ سن کر) وہ عورت روتی ہوئی واپس جانے لگی تو آپ نے فرمایا کہ اس سے کہدو کہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ سب اہل جنت عورتوں کو نو عمر بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول:

اِنَّآ اَنۡشَاۡنٰهُنَّ اِنۡشَآءً O فَجَعَلۡنٰهُنَّ اَبۡكَارًاO (۵۱)

ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے۔ پس ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں۔

میں اسی کا بیان ہے۔(۵۲)

افواہیں پھیلانا:

آج کل یہ بھی عام ہے کہ لوگ جو کچھ سنتے ہیں اس کو بلاتحقیق دوسروں سے بیان کردیتے ہیں یا اپنی طرف سے باتیں بنا کر دوسروں تک پہنچاتے ہیں اور ان فرضی باتوں کو عام کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو سَمّٰعُوۡنَ لِلۡكَذِبِ (جھوٹ کے بڑے سننے والے) کا خطاب دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو (بلاتحقیق) بیان کرے۔(۵۳)

مدح اور تعریف میں مبالغہ:

بعض لوگ مدح وتعریف کرتے وقت مبالغے اور جھوٹ تک پہنچ جاتے ہیں، اس سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ تعریف وتوصیف میں مبالغہ آمیزی بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے۔ جب کوئی کسی کی تعریف و توصیف کرے تو اس کو اتنا ہی بیان کرنا چاہئے جتنا اسے معلوم ہے۔ کسی کی خوبیوں میں اپنی طرف سے

(۱/۵۰) شمائل محمدی، رقم ۲۳۴، احمد ج ۳، ص ۵۸۰ (۵۱) سورۂ واقعہ، ۳۵، ۳۶ (۵۲) ترمذی، شمائل المحمدی، رقم ۲۳۹
(۵۳) مسلم، الصحیح، ج ۱، ص ۳۲، رقم ۵

اضافہ نہیں کرنا چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم مدح میں مبالغہ کرنے والوں کے چہروں پر خاک ڈال دیا کریں۔(۵۴)

یہاں مدح کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو مدح وتوصیف کو اپنی عادت بنا لیتے ہیں اور اس کے ذریعے ممدوح سے انعام واکرام اور دیگر منافع حاصل کرتے ہیں۔ البتہ جو لوگ کسی اچھے کام کی تعریف اس لئے کرتے ہیں کہ لوگوں میں اس کی طرف شوق ورغبت پیدا ہو تو یہاں وہ لوگ مراد نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی کی تعریف کی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تیرا برا ہو، تو نے اپنے ساتھی کی گردن اتار دی، یہ کلمات آپ نے تین بار دہرائے پھر فرمایا کہ جس کو اپنے کسی بھائی کی لازماً تعریف کرنی ہو تو اگر وہ حقیقت سے واقف ہو تو کہے کہ میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں اور اللہ ہی اس کا اصل نگران ہے اور اللہ کے مقابلے میں کوئی صاف ستھرا اور گناہوں سے بری نہیں ہوسکتا، میں اسے ان خوبیوں کا حامل سمجھتا ہوں،(۵۵)

تجارت میں جھوٹ اور فریب:

تجارتی اور کاروباری لین دین کے معاملات کو دولت ہی کنٹرول کرتی ہے لیکن ہمارے ہاں تجارت کی بنیاد حد سے بڑھے ہوئے لالچ پر قائم ہے۔ دوکاندار مہنگائی کا خواہش مند ہوتا ہے تو خریدار مفت ہی حاصل کر لینا چاہتا ہے۔ تاجر حضرات اپنا مال بیچتے وقت تھوڑے سے نفع کی خاطر جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں اور اپنے مال کی تعریف وتوصیف میں زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ بسا اوقات وہ جھوٹی قسمیں بھی کھاتے ہیں۔ اگر ان کے مال میں کوئی عیب ہو تو اس کو خریدار پر ظاہر نہیں کرتے بلکہ اس کو پوشیدہ رکھنے میں مقدور بھر کوشش کرتے ہیں، اسلام اس طرح کے مکر وفریب اور لغو معاملات کی اجازت نہیں دیتا، تجارت کے بارے میں چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین قسم کے لوگ ہیں جن سے نہ تو اللہ تعالیٰ بات کرے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نہ انہیں (گناہوں سے) سے پاک فرمائے گا۔ یہ سن کر حضرت ابوذر نے عرض کیا یہ کون لوگ ہیں یا رسول

(۵۴) ترمذی، ج ۴، ص ۱۷۷، رقم ۲۴۰۲ (۵۵) ابن ماجہ، السنن، دارالمعر، بیروت، ۹۸، ج ۴، ص ۵۳۹، رقم ۳۷۴۴

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو بڑے گھاٹے اور نقصان میں پڑ گئے۔ آپ نے تین مرتبہ یہی فرمایا پھر جواب دیا کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا۔ جھوٹی قسم کھا کر اپنا سودا بیچنے والا۔ دیکر احسان جتانے والا۔ (۵۶)

حضرت رفاعہ بن رافعہ انصاری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تاجر لوگ قیامت کے روز فاجر اور بدکار اٹھائے جائیں گے، سوائے ان کے جنہوں نے (اپنی تجارت میں) تقویٰ، نیکی اور سچائی کا رویہ اختیار کیا۔ (۵۷)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بہترین کمائی ان تاجروں کی ہے جو بات کہیں تو جھوٹ نہ بولیں، امانت رکھیں تو خیانت نہ کریں، وعدہ کریں تو خلاف ورزی نہ کریں، کچھ خریدیں تو (سامان کی) مذمت نہ کریں، بیچیں تو (مبالغہ آمیز) تعریف نہ کریں، ان کے اوپر کسی کا حق واجب ہو تو ٹال مٹول نہ کریں اور ان کا حق کسی پر واجب ہو تو اسے تنگ نہ کریں۔ (۵۸)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچا اور امانتدار تاجر (قیامت کے روز) انبیاء، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا۔ (۵۹)

مال کا عیب ظاہر نہ کرنا:

آج کل جھوٹ اور دھوکہ دہی عام ہے کوئی شعبہ اور ادارہ اس سے محفوظ نہیں لیکن تجارت اس سے خاص طور پر متاثر ہے۔ بہت سے لوگ اپنے مال کے فرضی محاسن بیان کرتے ہیں اور اس کے عیوب کو چھپا لیتے ہیں۔ یہ جھوٹ بھی ہے اور دھوکہ دہی بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارتی مال کے عیوب خریدار پر ظاہر کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

حضرت واثلہ بن اسقعؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے کوئی عیب والی چیز کسی کے ہاتھ فروخت کی اور خریدار کو وہ عیب نہیں بتایا تو اس پر ہمیشہ اللہ کا غضب رہے گا (۶۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں غلے کے

(۵۶) ترمذی، ج ۳، ص ۶، رقم ۱۲۱۵ ☆ مسلم ج ۱، ص ۱۰۰، رقم ۱۰۶، ابوداؤد، رقم ۴۸۰۵، (۵۷) دارمی، السنن، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج ۲، ص ۳۲۲، رقم، ۲۵۳۸، ☆ ترمذی، ج ۳، ص ۵۰، رقم ۱۲۱۴ ☆ ابن ماجہ، السنن، کتاب التجارت، باب التوقی فی التجارہ، (۵۸) المنذری، الترغیب والترہیب، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۳۳ء، ج ۳، ص ۲۴۶ (۵۹) ترمذی، ج ۳، ص ۵۰، رقم ۱۲۱۳ ☆ الدارقطنی، السنن، دار نشر کتب الاسلامیہ، لاہور، ج ۳، ص ۷ ☆ دارمی، ج ۲، ص ۳۲۲، رقم ۲۵۳۹ (۶۰) ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب باع عیبا فلیبینہ

ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے اور اس میں اپنا ہاتھ داخل کیا تو (ڈھیر کے) اندر انگلیوں کو نمی محسوس ہوئی، آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا بات ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ بارش کی وجہ سے ایسا ہوگیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمی والے حصے کو اوپر کیوں نہیں کر دیتے کہ لوگ دیکھ لیں، جو شخص دھوکہ دیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔ (۶۱)

نرخ بڑھانے کے لئے مداخلت کرنا:

بعض لوگوں کا خود خریدنے کا تو ارادہ نہیں ہوتا لیکن محض نرخ بڑھانے کے لئے معاملے میں مداخلت کرتے ہیں، تاکہ دوسرے فریق کا نقصان ہو، یہ بھی ممنوع ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سخت وعید فرمائی ہے۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے مسلمانوں پر نرخ بڑھانے کے لئے ان کے سودے میں مداخلت کی، اللہ کے ذمے (اس مظلوم کا) یہ حق ہے کہ وہ ایسے (مداخلت کرنے والے) شخص کو قیامت کے روز بہت بڑی آگ میں ڈال دے۔ (۶۲)

دوسری روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے بھائی کی خرید وفرخت پر معاملہ نہ کرے، جب تک کہ وہ اس (معاملے کو) چھوڑ نہ دے (۶۳)

ناپ تول میں کمی کرنا:

ناپ تول میں کمی کرنا ایک تو اخلاقی جرم ہے، دوسرے یہ کئی برائیوں کا مجموعہ ہے، مثلاً جھوٹ، خیانت، دھوکہ دہی وغیرہ، اس لئے اسلام نے اس کی سختی سے ممانعت کی ہے، قرآن کریم میں متعدد مقامات پر پورا تولنے کا حکم آیا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے:

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ (۶۴)

اور پیمانے اور میزان کو انصاف کے ساتھ پورا کرو

دوسری جگہ ایسے لوگوں کے لئے سخت وعید آئی ہے جو ناپ تول میں کمی بیشی کرتے ہیں۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ O الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ O وَاِذَا

---

(۶۱) ترمذی، ج ۳، ص ۵۷، رقم ۱۳۱۹ ☆ ابن ماجہ، کتاب التجارت، باب النہی عن الغش ☆ مسلم، ج ۱، ص ۹۷، رقم ۱۰۲

(۶۲) ابوداؤد الطیالسی، المسند، کتاب البیوع والمکاسب (۶۳) دارمی، ج ۲، ص ۳۲۶، رقم ۲۵۵۰ (۶۴) سورۂ انعام ۱۵۲

كَالُوْ هُمْ اَوْ وَّزَنُوْ هُمْ يُخْسِرُوْنَ۝ (۶۵)

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے، جب وہ لوگوں سے لیتے ہیں تو ناپ کر پورا لیتے ہیں جب دوسروں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم کر کے دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے، اس وقت اہل مدینہ ناپ تول میں سب سے زیادہ بخل کرنے والے تھے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (۶۶)

ناپ تول میں کمی ایک تو یہ ہے کہ دوکاندار سودا بیچنے میں ڈنڈی مارتا ہے اور خریدار کو وزن یا ناپ کے اعتبار سے چیز کم دیتا ہے، عرف عام میں اسی کو ناپ تول میں کمی کہتے ہیں۔ جو لوگ اپنی ڈیوٹی پوری نہیں دیتے، تاخیر سے کام پر پہنچتے ہیں یا وقت سے پہلے کام چھوڑ دیتے ہیں یا وقت تو پورا دیتے ہیں مگر اس میں سوتے رہتے ہیں یا کام کی طرف توجہ نہیں دیتے اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں، یہ سب ناپ تول میں کمی کے زمرے میں آتا ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں دردناک عذاب کی جو وعید آئی ہے وہ ایسے تمام لوگوں کے لئے بھی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں پانچ چیزوں سے آتی ہیں، صحابہ نے پوچھا وہ پانچ چیزیں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا، ۱۔ جب کوئی قوم عہد توڑتی ہے تو اللہ اس پر اس کے دشمن کو مسلط کر دیتا ہے، ۲۔ جب وہ اللہ کے نازل کردہ احکامات کے خلاف فیصلہ کرتی ہے تو اس میں فقر (افلاس) پھیل جاتا ہے، ۳۔ جس قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے اس میں موت کی کثرت ہو جاتی ہے، ۴۔ جو قوم زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کرنے لگتی ہے اس سے بارش روک لی جاتی ہے، ۵۔ جب ناپ تول میں کمی بیشی کرنے لگتی ہے تو ان کی زمین سے رویدگی روک لی جاتی ہے اور اسے قحط میں مبتلا کر دیا جاتا ہے (۶۷)

قسم کھا کر مال بیچنا:

مال بیچنے اور گاہک کو مطمئن کرنے کے لئے قسمیں کھانا بھی عام ہے، ظاہر ہے ایسی صورت

(۶۵) سورۃ التطفیف، ۱۔۳، (۶۶) فخر الدین رازی، تفسیر الکبیر، دارالفکر، بیروت، ج ۱۶، ص ۸۹، (۶۷) الہیثمی، مجمع الزوائد، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۴ء، ج ۳، ص ۲۰۳، رقم ۴۳۳۶

میں جھوٹی قسمیں کھالینا بھی کوئی عجیب بات نہیں، پس جھوٹ بول کر یا جھوٹی قسم کھا کر کوئی مال حاصل کر لینا یا ایسی کمائی جس کو شریعت اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے اگر چہ وہ اپنی جان کی محنت سے حاصل کی گئی ہو، سب حرام اور باطل ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جھوٹی) قسم سامان بکوا دیتی ہے اور برکت مٹا دیتی ہے۔(۶۸)

بدعہدی:

وعدہ خلافی جھوٹ کی ایک قسم اور نفاق کی ایک علامت ہے۔ ہمارے معاشرے میں وعدہ خلافی عام ہے۔

وعدے اور عہد کو پورا کرنا ایک بہت اعلیٰ صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو نبوت کے مناقب میں شمار کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۚ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ (۶۹)

اور اس کتاب میں آپ اسماعیل کا بھی ذکر کیجئے، بیشک وہ وعدے کے سچے اور رسول اور نبی تھے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو تیرا کیا خیال ہے۔ حضرت اسمٰعیل نے جواب دیا کہ:

سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (۷۰)

آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔

جب کوئی شخص کسی سے کوئی وعدہ کر لیتا ہے تو اس کا پورا کرنا اس کے ذمے لازم ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ (۷۱)

اپنے عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارے میں پوچھا جائیگا۔

---

(۶۸) بخاری کتاب البیوع، باب یمحق اللہ الربا و یربی الصدقات ☆ ابوداؤد، ج ۳، ص ۲۰۹، رقم ۳۳۳۵، (۶۹) سورۂ مریم، آیت ۵۴ (۷۰) سورۂ صٰفّٰت ۱۰۲ (۷۱) سورۂ بنی اسرائیل ۳۴

پس جو شخص جائز معاملات میں لوگوں سے کئے ہوئے عہد کی پابندی نہیں کرتا اس سے عہد توڑنے کے بارے میں پوچھا جائیگا۔ اور اس کو عہد شکنی کی سزا دی جائیگی۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے تین باتوں کا ذمہ لو تو میں تمہارے لئے جنت کا ذمہ لیتا ہوں جب بولو تو سچ بولو اور جب وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو اور جب امین بنو تو خیانت نہ کرو۔ (۷۲)

جھوٹی قسم کھانا:

جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کوئی بات کہتا ہے تو حقیقت میں وہ اپنی بات کی سچائی پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قسم کھانا کتنی اہم اور غیر معمولی بات ہے، جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور صدق وسچائی سے دور ہیں وہ لوگوں کو دھوکہ اور فریب دینے کے لئے بات بات پر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، جھوٹی قسم کھانا جھوٹ کی بدترین شکل ہے، اس میں جھوٹ بولنے والا اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے ساتھ شریک کرتا ہے۔ اسی لئے اگر کسی نے آئندہ ہونے والے کسی معاملے پر قسم کھالی تو اس پر قسم کا پورا کرنا ضروری ہے، اگر کسی وجہ سے وہ اپنی قسم پوری نہ کر سکے تو گنہگار ہوتا اور اس پر کفارہ لازم آتا ہے۔ قسم کا کفارہ یہ ہے کہ یا تو ایک غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا کپڑا پہنائے اگر یہ نہ ہوسکے تو تین روزے رکھے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (۷۳)

اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری فضول قسموں پر مواخذہ نہیں کرتا لیکن وہ ایسی قسموں پر ضرور گرفت کرے گا جن کو تم نے مستحکم کیا ہے، سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلایا کرتے ہو یا ان (دس مسکینوں) کو کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا، پھر جس کو یہ میسر نہ ہو وہ تین روزے رکھے، یہ تمہارے قسموں کا کفارہ ہے جبکہ تم قسم کھا بیٹھو اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔

(۷۲) الترغیب والترہیب، باب انجاز الوعد، (۷۳) سورۂ مائدہ، آیت ۸۹،

جو شخص بات بات پر قسم کھاتا رہتا ہے وہ نہایت ناقابل اعتبار ہو جاتا ہے اور جھوٹی قسمیں کھانا تو نفاق کی ایک بڑی نشانی بھی ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کا اعتبار نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ O (۷۴)

اور تو بہت سی قسمیں کھانے والے ذلیل کا کہنا نہ مان

جھوٹی گواہی کا شرک کے برابر ہونا:

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَرَحْمَتِىْ وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ (۷۵)

اور میری رحمت تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے

رحمت الٰہی کی اس وسعت کے باوجود جو منہ جھوٹ سے آلودہ ہو وہ اس رحمتِ الٰہی سے باہر ہے کیونکہ جھوٹ ایسا سنگین اور بڑا گناہ ہے کہ قرآن کریم نے اس کو شرک کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ O (۷۶)

سو تم بت پرستی کی نجاست سے بچو اور جھوٹی بات سے بھی اجتناب کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اپنے خطبے میں تین بار فرمایا کہ جھوٹی گواہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر کر دی گئی، پھر آپ نے مندرجہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔ (۷۷)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کی نشاندہی نہ کر دوں ہم نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ والدین کی نافرمانی کرنا اور سن لو جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی بھی۔ آپ اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے اور پھر اٹھ بیٹھے اور جھوٹی گواہی اور جھوٹ کی اتنی بار تکرار فرماتے رہے کہ ہم لوگ دل میں کہنے لگے کہ کاش آپ اب بس فرماتے۔ (۷۸)

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ اور جھوٹی گواہی کو شرک کے ساتھ ملا کر بیان فرمایا اور مزید تاکید کے لئے آپ جھوٹ اور جھوٹی گواہی کے الفاظ کی تکرار فرماتے رہے۔ اس سے اس کی

(۷۴) سورۂ قلم، آیت، ۱۰ (۷۵) سورۂ اعراف، آیت، ۱۵۶ (۷۶) سورۃ الحج، ۳۰ (۷۷) احمد، ج ۵ ص ۱۹۰، رقم ۱۷۱۵۱ (۷۸) بخاری کتاب الشہادات، باب ما قیل فی شہادۃ الزور ☆ مسلم، ج ۱ ص ۹۱ رقم ۸۷ ☆ ترمذی، ج ۳ ص ۳۶۰، رقم ۱۹۰۸

قباحت وشناعت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

جھوٹا میڈیکل سرٹیفکیٹ:

عرف عام میں تو شہادت و گواہی کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص کسی مقدمے میں کسی جج کے سامنے پیش ہوکر گواہی دے، لیکن شرعی اصطلاح میں گواہی کا مفہوم بہت وسیع ہے مثلاً اگر کوئی ڈاکٹر کسی کو یہ سرٹیفکیٹ جاری کرے کہ یہ شخص ملازمت یا کام کرنے کے قابل نہیں تو یہ بھی ایک شہادت ہے۔ اگر ڈاکٹر نے واقعے کے خلاف سرٹیفکیٹ جاری کیا تو یہ بھی جھوٹی شہادت ہوگی، جو کبیرہ گناہ ہے۔

جھوٹا کیریکٹر سرٹیفکیٹ:

آج کل کیریکٹر سرٹیفکیٹ کی قدم قدم پر ضرورت پڑتی ہے۔ خاص طور پر ملازمت اور تعلیمی اداروں میں داخلے وغیرہ کے لئے، ضرورت مند کسی نہ کسی مجاز افسر کے پاس جاکر مطلوبہ سرٹیفکیٹ حاصل کرلیتا ہے اور سرٹیفکیٹ جاری کرنے والا اس میں لکھ دیتا ہے کہ میں ان کو ۵ سال سے جانتا ہوں۔ یہ بہت اچھے آدمی ہیں، اور ان کا اخلاق و کردار بہت اچھا ہے حالانکہ بسا اوقات سرٹیفکیٹ جاری کرنے والے نے اس سے پہلے کبھی ان کو دیکھا بھی نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں سرٹیفکیٹ جاری کرنے والا بھی جھوٹ کا مرتکب ہوگا اور سرٹیفکیٹ لینے والا بھی گنہگار ہوگا۔

جھوٹی سفارش:

سفارش کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے:

مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ۝ (۷۹)

جو شخص کسی نیک کام کی سفارش کرتا ہے تو اسے بھی اس کا حصہ ملے گا اور جو برے کام کی سفارش کرے گا تو اس کے لئے بھی اس برائی میں ایک حصہ ہے۔

پس اگر کوئی شخص کسی کے جائز حق اور جائز کام کے لئے جائز طریقے سے سفارش کرے گا تو یہ اچھی سفارش ہوگی اور ایسی سفارش کرنے والے کو اس پر اجر و ثواب ملے گا۔ اسی طرح جو شخص کسی کی ناجائز

---

(۷۹) سورۂ نساء، ۸۵۔

کام کے لئے ناجائز طریقے سے سفارش کرے گا تو یہ بری اور جھوٹی سفارش ہوگی۔ ایسی سفارش کرنے والے کو عذاب میں حصے ملے گا۔ نیز سفارش کرنے والے کا ثواب وعذاب اس کی سفارش کی کامیابی پر موقوف نہیں بلکہ اس کو ثواب وعذاب میں ضرور حصہ ملے گا خواہ اس کی سفارش کا نتیجہ برآمد ہو یا نہ ہو۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی کو نیکی پر آمادہ کرتا ہے تو اس کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسا اس نیک عمل کرنے والے کو۔ (۸۰)

امتحانی پرچوں کے نمبر:

طلبا کے امتحانی پرچوں پر نمبر لگانا بھی ایک شہادت ہے، اگر جان بوجھ کر یا لاپروائی سے کسی کے نمبروں میں کمی بیشی کر دی تو یہ جھوٹی شہادت ہے جو حرام اور سخت گناہ ہے، کامیاب وفارغ التحصیل طالب علم کو سند یا سٹرٹیفکیٹ دینا اس بات کی شہادت ہے کہ وہ طالب علم متعلقہ کام کی اہلیت وصلاحیت رکھتا ہے، اگر واقعتاً وہ طالب علم ایسا نہیں ہے تو اس سند پر دستخط کرنے والے تمام لوگ شہادت کاذبہ کے مجرم ہوں گے۔

پیشہ ور گواہوں کا جھوٹ:

عدالتوں میں کئی طرح جھوٹ بولا جاتا ہے، مثلاً پیشہ ور گواہ عدالتی اوقات میں عدالتوں کے احاطوں میں ہی موجود رہتے ہیں اور ہمہ وقت ہر قسم کی گواہی کے لئے تیار رہتے ہیں، کوئی بھی ضرورت مند معاوضہ دیکر ان کی خدمات حاصل کر سکتا ہے، یہ لوگ موقع ومحل کے مطابق گواہی دینے اور بات بنانے میں اتنے ماہر ہوتے ہیں کہ اکثر اچھے اچھے جج صاحبان بھی ان کی گواہی سے متاثر ہو جاتے ہیں۔

وکلا کا غلط مقدمات کی پیروی کرنا:

بہت سے وکلا یہ جانتے ہوئے بھی کہ جو مقدمہ ان کے پاس آیا ہے وہ صریحاً غلط ہے، اس مقدمے کی ادنیٰ عدالت سے لے کر اعلیٰ عدالت تک پیروی کرتے ہیں اور بسا اوقات وہ اس میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔ یہ جھوٹ کے ساتھ ساتھ ظلم بھی ہے، وکلا حضرات کو خاص طور پر اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ اگر وہ اجتماعی طور پر غلط مقدمات کی پیروی نہ کرنے کا پختہ عہد کر لیں اور پھر پوری دیانتداری سے اس کی پابندی کریں تو اس سے نہ صرف جرائم میں خاطر خواہ کمی واقع ہوگی بلکہ عدالتوں کا وقت بھی بچے گا

(۸۰) مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۳۳۳، رقم ۴۷۵۹،

اور جائز و صحیح مقدمات تیزی سے نمٹائے جاسکیں گے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وکلا صاحبان ایسے گناہ کبیرہ سے محفوظ ہو جائیں گے جس کا آئے دن ان سے ارتکاب ہوتا رہتا ہے۔

پیش کاروں کا جھوٹ:

نہ صرف یہ کہ یہ طبقہ مقدمے کے ایک فریق سے رشوت لے کر ججوں کے ذریعے مقدمے پر اثر انداز ہوتا ہے بلکہ یہ فریقین کو رشوت دینے پر مجبور کرتا ہے۔ یہ لوگ تین گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں ایک رشوت، دوسرا جھوٹ اور تیسرا ظلم، ان کو اپنی عاقبت کی فکر ضرور کرنی چاہئے۔

صحافتی جھوٹ:

آج کل اخبارات میں لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے شہ سرخیوں کے ساتھ ایسی خبریں لگائی جاتی ہیں جن کا سرے سے وجود ہی نہیں ہوتا، بعض خبریں ردعمل معلوم کرنے کے لئے جاری کی جاتی ہیں، اس کے علاوہ عام خبریں بھی مبالغے اور جھوٹ سے خالی نہیں ہوتیں، یہ سب جھوٹ میں داخل اور گناہ کبیرہ ہے۔

سیاسی اور حکومتی جھوٹ:

بڑے بڑے اور نامور سیاستدان بھی اپنے مخالفین کے بارے میں نہایت ڈھٹائی سے دروغ گوئی اور غلط بیان کرتے ہیں خواہ مخالفین کا تعلق برسر اقتدار پارٹی سے ہو یا کسی اور پارٹی سے، اسی طرح حکومتی وزرا مشیر اور دیگر کارندے بھی بیشتر معاملات میں خوب بڑھ بڑھ کر دروغ گوئی اور غلط بیانی کرتے ہیں۔ اس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔

اپنے آپ کو حقیقت کے برعکس ظاہر کرنا:

اگر کوئی غیر عالم اپنے آپ کو عالم باور کرانے کی کوشش کرے یا جو شخص دولت مند نہیں وہ اپنے آپ کو دولت مند ظاہر کرے تو حقیقت میں یہ دوسروں کو دھوکہ دینے کی کوشش ہے، اس لئے یہ بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے۔

حضرت اسما بنت ابی بکر بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری ایک پڑوسن ہے، اگر میں اس پر یہ ظاہر کروں کہ مجھے شوہر نے یہ یہ دیا ہے اور حقیقت میں ایسا نہ ہو بلکہ اس کو تکلیف دینا مقصود ہو تو کیا یہ بھی گناہ ہے، آپ

نے فرمایا کہ جو شخص اس سے زیادہ دکھاوا کرے جتنا اس کو دیا گیا ہے تو وہ جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی مانند ہے۔(۸۱)

جان بوجھ کر انجان بن جانا:

یہ بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے کہ ایک شخص حق کا علم ہونے کے باوجود اس کا اظہار نہیں کرتا۔ اگر چہ اس نے قولاً جھوٹ کا ارتکاب نہیں کیا لیکن وہ عملاً جھوٹ کا مرتکب ہوا ہے۔ ایسے لوگوں پر بھی اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔

اِنَّ الَّـذِيْـنَ يَـكْتُـمُـوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ م بَـعْـدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ لا اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ O (۸۲)

بیشک جو لوگ ان کی کھلی کھلی باتوں اور ہدایت کو جو ہم نے نازل کی ہے، اس کے بعد بھی چھپاتے ہیں کہ ہم نے اس کو لوگوں کے لئے کتاب میں بھی بیان کر دیا ہے تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔

بچوں سے جھوٹے وعدے کرنا:

اکثر لوگ بچوں کو بہلانے کے لئے ان سے جھوٹے وعدے کر لیتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ تھوڑی دیر بعد بچہ اس کو بھول جائے گا۔ حقیقت میں ہوتا بھی یہی ہے کہ بچہ عموماً اس کو بھول جاتا ہے لیکن جھوٹ تو جھوٹ ہے، اسلام ایسے جھوٹ کی بھی اجازت نہیں دیتا۔

ایک صحابی عبد اللہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میری ماں نے مجھے بلایا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے۔ میری ماں نے مجھے بلانے کے لئے کہا کہ یہاں آ میں تجھے کچھ دوں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ماں سے کہا کہ تمہارا ارادہ اس کو کچھ دینے کا نہیں ہے۔ میری ماں نے کہا میں اس کو کھجور دے دوں گی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ اگر تم اس کو کچھ نہ دیتیں تو یہ جھوٹ تجھ پر لکھ دیا جاتا۔(۸۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس

---

(۸۱)ابوداؤد، ج۴، ۳۲۸، رقم ۴۹۹۷ (۸۲)سورۂ بقرہ، ۱۵۹ (۸۳)ابوداؤد، ج۴، ص۳۲۵، رقم ۴۹۹۱

3820/

شخص نے کسی بچے کو پکارا کہ آؤ میں تمہیں کچھ دوں گا۔ پھر اس نے اسے کچھ نہ دیا تو یہ جھوٹ ہے۔(۸۴)

کھانے وغیرہ سے تکلفاً انکار کرنا:

اسلام میں حق کو اختیار کرنے اور سچ بولنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اسے چھوٹے چھوٹے گھریلو معاملات میں بھی ملحوظ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے مثلاً بعض لوگوں کو جب کھانے وغیرہ کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ تکلفاً کہہ دیتے ہیں کہ ان کو خواہش نہیں حالانکہ اکثر دل میں خواہش ہوتی ہے، یہ بھی جھوٹ میں شمار ہوتا ہے، ایک دفعہ حضرت اسما بنت یزیدؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم میں سے کسی کو کسی چیز کی خواہش ہو اور پھر وہ کہہ دے کہ مجھے اس کی خواہش نہیں کیا یہ بھی جھوٹ شمار ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہر چھوٹے سے چھوٹا جھوٹ بھی جھوٹ ہی لکھا جاتا ہے۔(۸۵)

لوگوں کی عزت وآبرو کو نقصان پہنچانے والے جھوٹ:

یہ سب سے زیادہ خطرناک جھوٹ ہے، اس سے معاشرتی نظام میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے اس کو علیحدہ نام افک سے تعبیر کیا ہے۔ افک صریح جھوٹ اور بہتان کو کہتے ہیں، قرآن کریم میں ارشاد ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ص وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ O یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ O یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ (۸۶)

بیشک جو لوگ پاک دامن، بے خبر، مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے، جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے اس دن اللہ ان کو حق وانصاف کے ساتھ پورا پورا بدلہ دے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب مشرکین دیکھیں گے کہ جنت میں نمازیوں کے سوا اور کسی کو نہیں بھیجا جاتا تو وہ کہیں گے کہ آؤ ہم بھی انکار کر دیں، چنانچہ وہ اپنے شرک کا انکار کر دیں

---

(۸۴) احمد، المسند (۸۵) مجمع الزوائد، باب فی ذم الکذب، (۸۶) سورۂ نور، ۲۳، ۲۵،

گے، اسی وقت ان کے منہ پر مہر لگ جائے گی اور ان کے ہاتھ پاؤں گواہی دینے لگیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے۔(۸۷)

خلاصہ یہ کہ جس شخص کے قول وفعل میں سچائی نہ ہو، جس کا دل صدق وراست گوئی کی آماجگاہ نہ ہو. وہ اخلاقی اعتبار سے نہایت پست ہے۔ اخلاق رذیلہ میں دروغ گوئی سب سے ناپسندیدہ فعل ہے، خواہ یہ زبان سے ہو یا عمل سے، دروغ گو کا دل ہدایت کی روشنی سے محروم ہو جاتا ہے، نفاق کے ساتھ ساتھ اس کے دل میں برائی کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور وہ لوگوں کی نظروں میں بے اعتبار ہو جاتا ہے، دروغ گوئی کی مذکورہ مروج قسمیں ہمارے معاشرے میں اس طرح رچ بس گئی ہیں اور ہم ان کے ایسے عادی ہو گئے ہیں کہ گویا اب یہ ہماری معاشرتی زندگی کا ایک حصہ ہیں اور ان میں برائی کا شائبہ تک نہیں۔ ظاہر ہے جب معاشرے میں برائی کو برائی ہی نہ سمجھا جائے تو اصلاحِ احوال کا تصور بھی محال ہے، یہ ہماری بڑی محرومی اور بدقسمتی ہے۔ اس طرف بھرپور توجہ کی ضرورت ہے، انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی۔ اللہ تعالیٰ اپنی خاص مہربانی سے ہمیں کامل اصلاح کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

(۸۷) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، بیروت، ج ۳، ص ۲۷۶۔